ISLAMIC PHILOSOPHY FOR CHILDERN

By: ***Kausar Ali***

Key words: *Upbringing, Philosophy, Dualism education and Upbringing, The Universe, Rat education and Upringing.*

Abstract

Most of the people want to educate and train their children in a way that way become rationale, vigilant, monoth creative, critic, just and untrapped in blind following. The purpose of this article is to present thosemethods by which children can be educate and train in such a way that they may understand the above given ration logical and philosophical concepts. Some people way think that children do not have the capacity to understand philosophical issues before age 12. For us, some basic issues of eduction and training children can be taught philosophy. The major issue in this regard is the duality of education and upbringing which itself is an outcome of the idea of the separation of religion and politics. Another reason behind this dualism is the introduction of material concept of life. While explaining these, two reasons, this article deals with issues related with philosophy. This article argues that through a particular method we can train our children on rational, logical and philosophical basis.

بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ

کوثر علی*
Kausarali5@yahoo.com

کلیدی کلمات: تربیت، فلسفہ، تعلیم وتربیت میں دوگانگی، کائنات، عقلی تعلیم وتربیت۔

خلاصہ

اکثر لوگ اپنی اولاد کی ایسی تربیت چاہتے ہیں جس کے مطابق وہ صاحب فکر، آگاہ، باہدف، خداپرست، منطقی، صاحب تخلیق، نقاد، صاحب استدلال اور عدل وانصاف کا مالک اور اندھی تقلید سے محفوظ انسان بن جائے اور اس کی تمام فطری صلاحتیں پروان چڑھ کر کمال کی منزلیں طے کر سکیں۔اس مضمون کا مقصد ایسی روش پیش کرنا ہے جس کے تحت بچوں کی تربیت اس نہج پر کی جاسکے کہ وہ مذکورہ بالا عقلی، منطقی اور فلسفی مفاہیم کو سیکھ سکیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ بچے ۱۲سال کی عمر سے پہلے فلسفی مطالب کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتے۔

ہمارے خیال میں اگر تعلیم وتربیت کے مسائل میں سے چند بنیادی مسائل کو حل کر دیا جائے تو اس شبہ کا جواب خود بخود مل جائے گا۔ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ تعلیم وتربیت میں دوگانگی ہے۔ عالم اسلام میں دین و دنیا میں جدائی کا نظریہ دراصل، تعلیم وتربیت میں دوگانگی کا موجب بنا۔ اس کی دوسری وجہ عالم اسلام میں مادی نظریۂ حیات کی آمد ہے۔اس مقالے میں انہی دو وجوہات کی وضاحت کرتے ہوئے ،کائنات کی فلسفی شناخت،، اپنی ذات کی شناخت، اپنی ادراکی اور تحریکی قوتوں کی شناخت اور انسان کی ادارکی قوتوں کی شناخت اور عقل وتفکر کے بارے میں بحث کی گئی ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایک مخصوص روش کے ذریعے ہم اپنی اولاد کی عقلی، منطقی اور فلسفی بنیادوں پر تربیت کر سکتے ہیں۔

---

*۔ایم . فل فلسفہ۔ مصنف (Philosophy for children) اور strategies for kids کے مضامین پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اسی شعبہ میں تحقیق میں مشغول ہیں۔ نیز بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ (Ip4c) کے نظریے پر تحقیق کا دفاع کر چکے ہیں)۔

مقدمہ

اکثر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کریں کہ وہ:

- صاحبِ فکر و باشعور ہوں ۔
- زندگی کے اساسی ترین مسائل سے آگاہ ہوں۔
- زندگی میں باہدف کاموں کو انجام دیں۔
- خدا کے طالب اور خدا پرست ہوں۔
- ان کی تجزیہ و تحلیل کی قدرت بہت عالی ہو اور وہ مختلف سیاسی، دینی، اخلاقی، اقتصادی و معاشرتی واقعات کا منطقی تجزیہ و تحلیل کر سکیں اور جزئی مسائل کے تانے بانے جوڑ کر سب کو ایک نظام کی شکل دے سکیں۔
- ان میں تخلیق کی صلاحیت پائی جائے، نقّاد ہوں، برہان کے فن کے مالک اور استدلال سے بات کر سکیں اور مغالطے کو پہچان سکیں۔
- وہ علمی اور عملی زندگی میں اندھی تقلید نہ کریں اور جب کبھی انہیں فیصلہ کرنا پڑے تو عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے فیصلہ کریں۔
- ان کی تمام فطری صلاحیتیں پروان چڑھیں اور ان کے فطری میلانات کمال کی منزلوں کو طے کریں۔

"فلسفہ اور بچے" مضمون کی نگارش کا ہدف وہ روش پیش کرنا ہے جس کے تحت بچوں کی مذکورہ بالا نہج پر تربیت کی جا سکے۔

یہاں ممکن ہے بعض لوگ تعلیمی نفسیات کے ماہر جین پیاژے کی (Psychology Developmental) پر ایمان رکھتے ہوئے اس شک و شبہ میں مبتلا ہو جائیں کہ بھلا کیسے ممکن ہے ایک مضمون میں بچوں کے لئے فلسفی مطالب و مفاہیم کی تعلیم کی ترغیب و تعلیم دی جائے حالانکہ بچے ۱۲ سال کی عمر سے پہلے فلسفی مطالب کے ادراک کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ پیاژے کے مطابق بچوں کا انتزاعی عقل کا زمانہ 12 سال سے شروع ہو کر 16 سال تک اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے۔[i] اس دور میں ایک مسالہ کو فرض کرنا اور نتیجہ نکالنا بچوں کے لیے آسان ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس عمر میں ایک بچہ منطقی قیاس و استقرا (logical induction and deduction) کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ اور قیاس کی شکل اور اس کے مواد کو بھی جدا کر سکتا ہے۔

اگر پیاژے کے مذکورہ بالا نظریہ کو مان لیا جائے تو اس کا لازمہ یہ ہوگا کہ فقط 12 سال اور اس سے زیادہ عمر کے بچوں کو فلسفہ کی تعلیم دی جا سکتی ہے لیکن اس سے پہلے کا دورانیہ، عقلی اور ماورائے الطبیعی مفاہیم (transcendental and metaphysical concept) کی تعلیم کے لئے موزوں نہیں ہے۔

ہمارے خیال میں اگر تعلیم و تربیت کے مسائل میں سے چند بنیادی مسائل کو حل کر دیا جائے تو مذکورہ بالا شبہ کا جواب خود بخود مل جائے گا۔

تعلیم وتربیت میں دوگانگی کی وجوہات

ہماری نظر میں تعلیم و تربیت میں دوگانگی کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

1. عالم اسلام میں دین و دنیا میں جدائی کے نظریہ کا ظہور اور اس کی تبلیغ۔

2. عالم اسلام میں مادی نظریہ حیات کی آمد ہے اور تعلیم اداروں میں اس نظریے کا رواج۔

اب ہم جتنی بھی کوشش کرلیں چونکہ نظری اور عملی طور دوگانگی کا شکار ہیں اس لیے تعلیم وتربیت کو ساتھ لے کر چلنا ایک مشکل امر ثابت ہو رہا ہے لیکن آئی/پی فار/سی (Islamic Philosophy for Children) کا نظریہ اس مسلے کو ایک اجتھادی و گہرے تفکر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔وہ تعلیم وتربیت کو نہ فقط جدا ناپذیر سمجھتا ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ لے کر چلنے کا راستہ بھی بتاتا ہے

دراصل، تعلیم وتربیت دوالگ مفہوم ہیں اور اکثر ماہرین، تعلیم وتربیت کو جدا ناپذیر سمجھتے ہیں لیکن موجودہ نظام ہائے تعلیم میں تربیت کو تعلیم کے ساتھ لے کر چلنا بہت مشکل سمجھا جارہا ہے۔ تمام دنیاکے مفکرین سر جوڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ کسی طرح تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ لے کر چلا جائے۔عالم اسلام کے بڑے مسائل میں سے بھی اس وقت ایک بڑا مسئلہ، تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ پروان چڑھانا ہے۔ عالم اسلام میں تعلیم وتربیت کی حالت زار پر ایک نگاہ ڈالیں تو انسان کے پاس کف افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آئے گا۔ اگرچہ کئی لوگ تعلیم وتربیت کو اسلامی کرنے کی کوشش میں مشغول ہیں لیکن ان کی نگاہ عمیق و اجتہادی نہیں ہے۔ مثلاً بعض ماہرین یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کی کچھ سورتوں کا نصاب میں اضافہ، اسمبلی میں تلاوت اور درس اخلاق، اسکول میں باجماعت نماز کا انعقاد، بعض احکام دینی کی تعلیم، نعتوں کا مقابلہ اور کبھی کبھار دعاؤں کے انعقاد سے اسکول کا نظام اسلامی ہو جائے گا یا اسکول کا نام کسی اسلامی شخصیت کے نام پر رکھیں تو اسکول اسلامی ہو جائے گا۔ بعض ماہرین نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے متبادل ذرائع بتائے ہیں۔ مثلاً ہفتہ وار چھٹی، گرمیوں کو چھٹیاں۔۔۔ مسجد و گھر کے ماحول کو تربیت کے قابل بنانا۔ ہمارے خیال میں ان تمام نظریات میں تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ لے کر چلنے کے مسئلہ پر اجتہادی نظر نہیں ڈالی گئی۔ آئی/پی فار/سی نے اس بحث ساز مسئلے کو نہ صرف نظری طور پر حل کیا ہے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانے کی راہیں بھی بتائی ہیں۔

میری نظر میں اگر ہم اس مسئلے کا حل ڈھونڈنا چاہیں تو یہ کہنا پڑے گا کہ : "دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں"۔ ہم تعلیم وتربیت کے نظام کو اس وقت تک تبدیل نہیں کر سکتے جب تک بچوں کے عقول و قلوب میں شعور اور تفکر کی شمعیں روشن نہیں ہو جاتیں۔ بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ کے نظریہ کے مطابق، تعلیم وتربیت کو ایک ساتھ کلاس میں بڑھایا جاسکتا ہے۔

دراصل، IP4C یا" بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ " وہ ہنر ہے جس میں بچوں کے اندر تعقل و تفکر کی صلاحیت اجاگر کرنے کے لئے زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔

کائنات کی فلسفی شناخت، ہر مکتبِ فکر کی اساس

جس دنیا میں ہم زندگی بسر کر رہے ہیں اسی دنیا میں ہر ایک مکتب فکر کی بنیاد ایک فلسفی شناخت پر ہوتی ہے جس کو ہم تصوّرِ کائنات (World View) کے نام یاد کرتے ہیں اور جسے بنیاد بنا کر ہم اپنا وہ مکتب فکر بناتے ہیں جس کو آئیڈیالوجی (کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے) کہا جاتا ہے اور تب ہم اپنے مکتب فکر کے مطابق اعمال انجام دیتے ہیں۔ انسان کے تصوّرِ کائنات کا ایک اہم رکن خود انسان ہے اور انسان سے مربوط دو چیزوں کو ذکر کرکے ہم اپنے نظریے (Ip4c) کو بیان کرنا چاہیں گے۔ یہ دو چیزیں " فطرت الہی " اور " عقل " ہیں۔انسان، فطرت الہی کا مالک اور روح و بدن کا حسیں امتزاج اور اپنی عقل اور ارادہ واختیار کی وجہ سے باقی تمام مخلوق سے ممتاز، بالقوہ اشرف اور اس عارضی دنیا میں خداوند متعال کا زمین پر بالقوہ خلیفہ ہے۔ ایسا نہیں کہ انسان جب اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو فقط تجربے کے ذریعے سے اپنے علم کا آغاز کرتا ہے جیسا کہ جان لاک نے کہا ہے کہ انسان کا ذہن ایک خالی سلیٹ کی طرح ہوتا ہے نہ کہ "زرخیز

زمین" کی طرح۔ علم حضوری کے اعتبار سے وہ بہت ساری چیزوں کا علم رکھتا ہے اور غریزے کے لحاظ سے اسے بہت ساری چیزیں سکھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

جہاں تک علم حضوری (knowledge by presence) کا تعلق ہے تو اس سے مراد ایسا علم جس میں عالم اور معلوم کے درمیان واسطہ نہیں ہوتا اور نہ ہی معلوم (known) کو سیکھنے کے لیے عالم (learner) کو کسی مکتب و مدرسہ میں جانے کی ضرورت ہے۔ علم حضوری کی روشن مثالوں کو ذیل میں ملاحظہ کریں۔اس دنیا میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی انسان درج ذیل امور کا حضوری علم بھی اپنے ہمراہ لاتا ہے:

1. اپنی ذات کی شناخت۔
2. اپنی ادراکی اور تحریکی قوتوں کی شناخت۔

انسان کی ادارکی قوایٰ میں درج ذیل قوتیں شامل ہیں:

- تفکر و تخیل اور حافظہ کی قوت
- ظاہری اور باطنی حواس

انسان کی تحریکی قوایٰ میں درج ذیل قوتیں شامل ہیں:

- اعضا و جوارح کو کام لانے والی طاقتیں
- حالات نفسانی: عواطف و احساسات۔
- محبت، غم، عشق، غصہ، خوف، خوشی، امید، اضطراب، درد اور شرم و حیا۔
- قلبی انفعال جیسے ارادہ، حکم، توجہ اور تفکر وغیرہ۔ (ii)

علم حضوری کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم علم و حکمت کی مضبوط بنیاد نہیں رکھ سکتے۔

جہاں تک غریزے کا تعلق ہے تو انسان کو کئی غرائز کی تشفی کی تعلیم دینے کی چنداں ضرورت پیش نہیں آتی۔ مثلاً ایک نوزاد، دودھ نہ ہونے کی وجہ سے روتا ہے۔ یہاں پر اپنے ہونے، دودھ کے نہ ہونے، بھوک لگنے اور رونے کا ادراک رکھتا ہے اگر نوزاد کو زبان مل جائے تو بتا دے گا لیکن وہ اب بھی عمل سے بتا رہا اور ہم سمجھ رہے ہیں۔

پس غریزے کے اعتبار سے انسان اور حیوان برابر ہیں لیکن انسان، فطرت الہی، عقل، علم، روح متعالی اور ارادہ و اختیار کی وجہ سے نہ فقط حیوان، بلکہ تمام مخلوق سے بلند و بالا ہے۔ مثلا فطرت کے لحاظ سے انسان خدا کی معرفت رکھتا ہے اور بعضی چیزوں کی طرف شدید تمایل رکھتا ہے۔ اگر اس بحث کو روز مرہ کے مشاہدہ اور تجربے کے ذریعے بیان کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ بچے اپنی فطرت کی بنیاد پر ہمیشہ حقیقت کی جستجو میں رہتے، نیک کام کو پسند کرتے، اچھی انسانی خصوصیات کی تعریف کرتے کمال کو پسند کرتے، زیبائی و خوبصورتی کی چاہت رکھتے اور ایجاد اور ابتکار کی کوشش کرتے ہیں اور بچوں کو یہ چیزیں سکھلانی نہیں پڑتیں۔ بچے فطرتاً ان چیزوں کی طرف میلان رکھتے ہیں اسی کو ہم فطرت الہی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔الٰہی فطرت کا حامل

ہونے کے بعد انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر فضل اس کے عقل کی بدولت ہے۔ عقل انسان کو تمام حیوانات سے ممتاز کرتی ہے اور اس دنیا کی تمام مادی اور معنوی ترقی عقل ہی کے بدولت ہے۔ انسان کے درج ذیل تمام افعال کی بازگشت عقل کی طرف ہے اور یہ سب عقل کے محتاج ہیں:

1. حواس خمسہ کی فعالیت عقل پر موقوف ہے۔
2. قلبی و باطنی مشاھدات عقل کی مدد کے بغیر قابل تحلیل نہیں۔
3. ذھنی تصورات اور شکلیں عقل کی مدد سے نقش پاتی ہیں۔
4. تمام قسم کے مفاہیم عقل کی بدولت سمجھے جاتے ہیں۔
5. تمام قضایا اور جملے عقل کی مدد سے بنائے جاتے ہیں۔
6. قضایا اور جملوں سے قیاس سازی، نتائج اخذ کرنے اور حکم لگانے کا کام عقل کی مدد سے انجام دیا جاتا ہے۔ (iii)
7. چیزوں کی درجہ بندی اور ان کی قدر کے معیار کا تعین عقل کی مدد سے ہوتا ہے۔
8. مفاہیم کو عقل کی مدد سے عمومیت دی جاتی ہے۔
9. تفکر مکرر کا عمل عقل کی مدد سے انجام پاتا ہے۔
10. عقل کے سہارے انسان یقین کی منزل پر پہنچتا اور عمل انجام دیتا ہے۔(iv)

درحقیقت IP4C کا نظریہ اس بات پر تاکید کرتا ہے کہ جب تک انسان کی عقلی تربیت نہ کی جائے تو وہ اپنی زندگی کے عالی اہداف کو حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ہی تربیت کی دوسری تمام اقسام کارگر اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔ Ip4c کے نظریہ کا مرکز و محور یہ نکتہ ہے کہ بچے اور نوجوان کی اس طرح سے عقلی تربیت ہو کہ تعقل و تفکر کی تمام اقسام کی اچھی نشو و نما ہو بالخصوص فلسفی تفکر اور تعقل و تفکر کی عادت اس میں راسخ ہو جائے۔

عقلی تعلیم و تربیت کا آغاز کب اور کیسے؟

ہمارا عقیدہ جان پیاژے کی "تعلیمی نفسیات" پر استوار نہیں ہے کہ جس کے مطابق انسان کی عقلی تعلیم و تربیت کا آغاز 12 سالگی کے بعد ہوتا ہے۔ بلکہ اس نظریہ کی اساس، Islamic Psychological Development پر ہے جس کے مطابق بچہ جب زبان کھولتا ہے (تو سوالات پوچھنا شروع کردیتا ہے۔ (v) بچے کے بعض سوالات کا تعلق فلسفی تعقل و تفکر سے ہوتا ہے جو کہ انسان وجود کی ایک اہم سرگرمی ہے اور شرط انسانیت ہے۔ بچے جو فلسفی سوالات پوچھتے ہیں ان میں سے نمونے کے کچھ سوالات درج ذیل ہیں:

1. خدا کہاں ہے؟ (تجرد)
2. خدا نظر کیوں نہیں آتا؟ (تجرد)
3. اللہ تعالی نے شیطان کو کیوں خلق کیا ہے؟ (خیر و شر)
4. پہاڑ کو اللہ تعالی نے کیوں خلق کیا؟ (علت غائی)

5. سب سے پہلے خداوند متعال نے کس چیز کو خلق کیا؟ (مبداء اول، مخلوق اول)
6. خدا کو کس نے بنایا؟ (علت)

درحقیقت، بچے کے انہی سوالات اور اسی طرزِ تفکر کو فلسفی تفکّر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بنابریں، بچہ جب سے سوال کرنا شروع کرتا ہے اور جس طرح کے وہ سوال کرتا ہے ہمیں اسی زمانے سے ان سب کا جواب دینا ہوگا اور جس طرح کے وہ سوال کرتا ہے ہمیں اسی سطح پر اس کے سوالوں کا جواب دینا ہوگا۔ ہمیں یہ انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ سوال مشکل ہے لہٰذا بچہ تھوڑا اور بڑا ہو جائے تو جواب دیں گے۔ دوسرے لفظوں میں اگر بچے کا سوال فلسفی ہے تو جواب بھی فلسفی ہی ہونا چاہیے لیکن اسی کی سطح پر آ کر جواب دینا ہوگا اور اس طرح سے جواب دینا ہوگا ہے کہ یہ جواب بچے کے لیے قابل فہم ہو۔ دوسرے الفاظ میں، جواب دینے کی روش تعلیم ہونی چاہیے تاکہ اس سے حاصل شدہ علم اس کی ذات کا حصہ بن سکے نہ یہ کہ فقط اس کے حافظے کا حصہ ہو۔

بچے کے بعض سوالات کا تعلق تنقیدی تفکر (Critical thinking) بعض کا تخلیقی تفکر (Creative thinking) اور بعض کا نظام دار تفکر (Systemetic Thinking) اور بعض کا تعلق فلسفی تفکر (Philosophical thinking) سے ہوتا ہے۔ ان تمام سوالات کی درجہ بندی اور ان کو علیحدہ کرنا والدین اور استاد کی ذمہ داری ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بچہ ایک "چھوٹا فلسفی" (Little Philosopher) ہوتا ہے اور بچے کی عقلی تربیت کا عمل اس کے بولنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اگر بچے کو ایسا تعلیمی ماحول مل جائے کہ جس میں وہ نہ صرف اپنے تمام سوالات کا جواب حاصل کر لے بلکہ بعض اساسی سوال اس کے سامنے رکھے جائیں تاکہ تعقل و تفکر کی قوت نشو و نما پائے اور وہ حقائق و واقعات (vi) کی شناخت حاصل کرے تو ایسی صورت میں مندرجہ بالا اہداف کا حصول ممکن ہو جائے گا۔ لیکن ہماری مشکل یہ ہے کہ بچے کے اساتذہ اور والدین اس کی سوچ کے دائرے کو محدود کر دیتے ہیں۔ یا ان کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ جواب دیں یا ان کی جواب دینے کی روش غلط ہوتی ہے یا جواب معلوم نہیں ہوتا یا جواب دینے کو اہمیت نہیں دے رہے ہوتے۔ پس بنیادی طور پر مشکل ہمارے تعلیمی نظام کی ہے کہ وہ بچے کی صلاحیت کو صحیح درک نہیں کر رہے ہوتے اور درک کر لیں تو ان کے پاس وقت نہیں ہوتا کہ اس کا جواب دیں اور بعض اوقات وہ بچے کے سوالات کو اہمیت نہیں دے رہے ہوتے اور اگر اہمیت دے رہے ہوں تو بچے کی سطح پر اتر کر تعلیم دینے کا فن نہیں جانتے۔ جبکہ بچہ اپنے سوالات سے اپنی صلاحیت اور سطح علمی کا اعلان کر رہا ہوتا ہے۔

بچوں اور نوجوانوں کی عقلی نشوونما کے لئے مفید روشیں

ہمیں بچوں کی تعلیم کی روش سے اختلاف نہیں ہے اور ہم جدید نفسیات (Developmental psychology) کی پیش کردہ روش کے مطابق بچوں اور نوجوانوں کی عقلی تربیت کریں گے اور ان کے سوالات کے جوابات دیں گے۔س مثلاً؛ روش مشاہدہ، روش تجزیہ و تحلیل مشاہدہ، کہانی، سوال و جواب، مناظرہ اور گفتگو کی روش کے ذریعے اور اکتشافی روش، روش تجربہ، تصویری کشی جیسی روشیں اپناتے ہوئے بچے کے مسائل کو حل کریں گے۔

فلسفہ کے طالب علم ہونے کے ناطے، اتنا ضرور عرض کروں گا کہ تعقل و تفکر ہر انسان کا حق ہے وہ اپنی عقلی تگ و دو سے، ایک مطلوب نتیجہ تک پہنچے۔ لہٰذا اہم تمام انسانوں کو زندگی کے بنیادی مسائل کے بارے میں تعقل و تفکر کرنے کا حق دیں۔ ہر ایک انسان کو آفاق اور انفس (اپنی ذات اور کائنات) کے بارے میں تعقل و تفکر کا حق حاصل ہے اور اگر ان میں کچھ افراد سے بہترین عقلی دلیل لے کر آجائیں تو اس کو قبول کرلینا چاہیے۔

بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ یا IP4C کے مقدمات روز روشن کی طرح ہر سلیم العقل پر عیاں ہیں اور خدشہ ناپذیر ہیں:

- انسان، تمام مخلوق سے عقل کی بنیاد پر ممتاز ہے، پس اسی عقل کی نشو و نما اور اس کی تمام طاقتوں کی پرورش ہمارے اکثر بنیادی مسائل کا حل ہے۔
- عقلی کی تربیت کا آغاز، اسی وقت شروع ہونا چاہیے جب سے بچہ سوال و جواب کے لیے اپنی زبان کھولتا ہے (البتہ خود عقل کے وجود کی تقویت نطفے کے انعقاد (vii) سے شروع ہوسکتی ہے اور ماں باطن میں بھی عقل کی تقویت کے کام کو انجام دیا جاسکتا ہے) (viii)۔
- سب سے پہلے مرحلے میں، عقلی تربیت کا نصاب، خود بچے کے سوالات ہیں، اور ان کا صحیح جواب مطلوبہ اہداف کو حاصل کرنے میں بہت زیادہ معاون ہوسکتا ہے۔
- جواب دینے کی روشیں اور اصول وہی عام روشیں اور اصول ہیں جن کو تعلیمی نفسیات کے ماہرین نے پیش کیا ہے، مثلًا کہانی، عمومی مشاہدہ، وغیرہ۔

تفکر، وجود انسان کا لازمہ ذاتی ہے۔ آسان لفظوں میں تفکر انسان اور حیواں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا۔ پس تفکر کے بغیر انسان کی تعریف ممکن نہیں۔ انسان تولد کے آغاز سے ہی تفکر و تعقل رکھتا ہے البتہ اس تفکر کا نام تفکر ابتدائی اور اس عقلی سطح کو فلسفہ کی زبان میں عقل ہیولانی کہتے ہیں جو کہ ہر قسم کے معقولات سے خالی ہوتی ہے۔ اس مرحلے پر انسان کے فقط حواس خمسہ فعالیت انجام دیتے ہیں۔ البتہ چونکہ خداوند متعال نے انسان کو فطرتاً فکر کرنے کی سمت خلق کیا ہے۔ یہی انسان اس مرحلے پر مختلف اشیا سے روبرو ہوتا ہے اور اسی کی جستجو کا آغاز ہوجاتا ہے۔ اور وہ اپنے ارد گرد کے چھوٹے بڑے حقائق ق کو جاننے کی کوشش کرتا ہے۔ چیزوں کے درمیان درجہ بندی کرنے کے بعد ان میں موازنہ کرتا ہے، پھر نتیجہ نکالتا ہے اور یوں اس کی عقل ترقی کے مراحل کو طے کرتی ہے۔ فلسفہ کی زبان میں اس عقل کو عقل بالملکہ کہتے ہیں۔ البتہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کی زندگی کے سن و سال گزرنے کے ساتھ و عقلی مراحل کو بھی طے کرتا ہے۔ ممکن ہے انسان اپنی عمر کے آخری حصے تک عقل ہیولانی کے مرحلے پر ہی ہو۔ فقط تعقل و تفکر کے رستے سے ہی انسان عقل بالملکہ و عقل بالفعل و عقل مستفاد کے مقام پر فائز ہوتا ہے اور تمام معنوی و مادی مقامات حاصل کرتا ہے۔(ix)

حاصل کلام یہ ہے کہ آپ تعقل و تفکر کے بغیر انسانیت کا تصور نہیں کرسکتے اور نہ تعقل و تفکر کے بغیر اس جہان میں کسی قسم کی ترقی ممکن ہے۔ تفکر و تعقل کی بدولت:

- علم کی تولید ہے۔

- اشیا کی شناخت اور حقائق کی تائید ہوتی ہے۔
- کلیات اور فارمولوں کو کا حصول ممکن ہے۔(x)
- ایمان و علم و اخلاق و عمل کی دولت میسر ہے۔

اگرچہ ایمان و علم اور اخلاق و عمل ایک دوسرے پر گہری تاثیر رکھتے اور ان کے درمیان ایک تعاملی کیفیت پائی جاتی ہے لیکن ان سب کا محور و مرکز عقل (تفکر و تعقل) ہے۔ تعقل و تفکر اور ان کے درمیان ہر دو تناسب پائے جاتے ہیں، راست تناسب اور معکوس تناسب۔ ہماری گفتگو کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ اگر انسان کی عقل بڑھتی جائے گئی، اس کا ایمان، اخلاق اور عمل بڑھتا جائے گا۔ پس اسکول کا نظام تعلیم و تعلم ایسا ہو کہ جس سے بچے کی عقل بڑھے تاکہ وہ اس کی ہم زمان تربیت بھی ممکن ہو سکے۔ آئی/پی فار/سی کے نظریے کی بنیاد کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس گراف کو دقت سے سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

اس استدلال کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں جو ہمارے اس نظرے کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ بشریت کی ہدایت کے انبیا علیہم السلام اور ہادیان برحق اپنے زمان میں عقل کامل کے اتم مصادیق تھے۔ انبیاء الٰہی علیہم السلام اور اولیاالٰہی علیہم السلام یہی کام کیا کرتے تھے۔ میثاق فطرت کی یاد دہانی اور انسانی عقلوں کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو آشکار کرنے کے لیے تشریف لاتے تھے۔(xi)

قرآن کریم نے تعقل و تفکر پر سب سے زیادہ تاکید کی ہے۔ عالم اسلام کے عظیم مفسر قرآن، علامہ طباطبائی نے فرمایا کہ قرآن کریم کی تین سو آیات،(xii) مستقیم تعقل و تفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کی ہر آیت انسان کو غیر مستقیم طور پر تعقل و تفکر کی طرف دعوت دیتی ہے۔(xiii) عقل، تعقل و تفکر کی ستائش کے بارے معصومین (ع) کی انتہائی خوبصورت ایسی تعبیرات موجود ہیں جو کسی اور چیز کے لیے بیان نہیں کی گئیں، مثلاً؛ حجت باطنی، بہترین عطا الٰہی(xiv)، بہترین الٰہی تحفہ(xv)، رہبر و رہنما(xvi)، اساس انسانیت(xvii) اور بنیاد اسلام(xviii) وغیرہ۔

رسول خدا ﷺ کے عظیم صحابی، حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں کسی نے امام باقر (ع) سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ ابوذر ایمان کے کل دس درجوں میں سے نویں درجے پر فائز تھے؟ آنحضرت نے جواب دیا: ابوذر غفاریؓ کی اکثر عبادت، تفکر تھی۔ پس تعقل و تفکر کا ہدف واقعیت کی شناخت ہے۔ شناخت کے بعد انسان کچھ چیزوں پر تہ دل سے عمل کرتا ہے اور کچھ کو چھوڑ دیتا ہے اسی کو ایمان کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس علم و ارادہ و اختیار و ایمان، تعقل و تفکر کی علامات میں سے ہیں۔

تفکر و تعقل کی بنیادیں

ہر نظریہ حیات تفکر و تعقل کی حدود کو معین کرتا ہے۔ "بچوں کے لئے اسلامی فلسفہ" کے نظریے میں تعقل و تفکر کا جو افق ہم نے پیش کیا ہے وہ انتہائی وسیع و عریض ہے۔ جدید نظام تعلیم کی شناخت ہستی (ontology) و شناخت علم (epistemology) و شناخت انسان (Anthropology)، شناخت اقدار (Ethics) محدود ہے لہٰذا تعقل و تفکر کا افق بھی محدود ہی ہوگا۔ اور تفکر و تعقل؛ تنقید، تخلیق، تحلیل کا عمل اسی محدود قلمرو میں انجام پائے گا۔ یہ جدید نظام تعلیم آسانی سے وسیع قلمرو کا یہ کہتے ہوئے انکار کرتا ہے کہ چونکہ مجھے شک ہے لہٰذا میرے لیے ثابت نہیں ہے۔ (skepticism) آئی پی فارسی کا نظریہ تعلیم و تربیت تفکر و تعقل (تفکر تنقیدی، تفکر تحلیلی، تفکر نظام دار اور تفکر فلسفی) کو نئے افق سے متعارف کرواتا ہے۔ لہٰذا بچوں اور نوجوان کو تفکر اور تعقل کے لیے وسیع و عریض میدان دینا چاہیے۔

ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ فلسفے اور تفکر فلسفی میں بہت زیادہ فرق ہے لہٰذا یہ دونوں اصطلاحیں مترادف نہیں ہیں۔

تفکر فلسفی انسان کی زندگی کے بنیادی ترین سوالات ہیں جن سے آگاہ ہونا ہر انسان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ زندگی کی گاڑی کو درست جہت کی طرف چلا سکے۔ دوسرے الفاظ میں، میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانا ہے اور اس دنیا میں آنے کیا ہدف ہے؟ اگر فنی اصطلاح میں بیان کریں تو مبدا اور معاد کے بارے میں بنیادی ترین سوالات اور ان کے جوابات کی منظّم تلاش کرنے کا نام تفکر فلسفی ہے۔ اور اسی کو "نظریہ حیات" یا "جہان بینی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس اس دنیا میں کوئی بھی انسان جہان بینی اور تفکر فلسفی سے خالی نہیں ہے لہٰذا یہ سب کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس کے برعکس فلسفے سے مراد موجود کے بارے میں اُس کے موجود ہونے کے لحاظ سے بحث کرنا اور یہ دیکھنا ہے کہ اس کی صفات اور مراتب کیا ہیں۔

اگر ہم انسان شناسی کو لے لیں تو سب سے پہلے انسان کی تعریف کرنا پڑے گی تاکہ یہ بات واضح ہوسکے جس انسان کے لیے تعلیم و تربیت کا نظام بنایا جارہا ہے وہ کیا ہے اور کون ہے؟ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا یہ بات عقلی اور منطقی طور پر درست ہے کہ جس مفکر اور فلسفی کو انسان جس طرح سمجھ آیا وہ اسی طرح ہی اس کو حقیقی اور واقعی سمجھے اور اس کے لیے تعلیم و تربیت کا نظام بنائے؟ یا انسان ایک ہی واقعیت اور حقیقت کا نام ہے اور اس کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک واحد نظام تعلیم و تربیت تشکیل دیا جائے؟ اگر ہم انسان شناسی کی تلخ تاریخ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کیا انسان کو کس کس انداز میں سمجھا گیا ہے۔ مثلاً:

1. انسان ایک بھیڑیا (wolf) (xix) ہے۔ انسان وسائل ساز ہے (homo faber) اور اس کے موجودہ خدوخال تکامل یافتہ ہیں۔ (xx)
2. فلسفہ یونان کی قدآور شخصیت، معلم اول، ارسطو نے انسان کی تعریف یوں کی ہے: انسان حیوان ناطق ہے"
3. فلسفہ غرب کے شہرہ آفاق فلسفی، ڈیکاٹ کا انسان" میں سوچتا ہوں پس میں ہوں" (xxi) میں خلاصہ ہوتا ہے۔
4. ہیوم کا انسان غرائز کے تابع ہے کہ عقل انہی غرائز کے تابع ہونی چاہیے۔ (xxii)

5. کانٹ کاانسان زمان و مکان کے قید و بند میں نظر آتا ہے اور اس کے لیے اس کے لیے ماورائے طبیعت کو سمجھنا ممکن نہیں، (Metaphysics is impossible) حتی وہ خدا کے وجود پر عقل دلیل لانے سے قاصر ہے۔ فقط دلیل اخلاقی کا سہارا لے کر خدا کے وجود کو ثابت کیا جاسکتا ہے۔(xxiii)
6. نیچے کاانسان قدرت و طاقت کا مجسمہ ہے اور کمزور کو جینے کا حق نہیں دیتا
7. سارتر۔انسان ہی خدا ہے اور بہشت اسی سرزمین پر موجود ہے(xxiv)
8. ہائیڈ گر-انسان ایک مضطرب موجود ہے۔
9. اس کے علاوہ بھی کچھ اور تعریفیں ملتی ہیں جس میں انسان کی تعریف کے لیے مختلف قسم کی اصطلاحات استعمال کی گئیں ہیں مثلاً؛انسان، تاریخ دار حیوان، ٹرجیک حیوان اور غزائز کا مجسمہ حیوان۔(xxv)
10. (Nihilism) پر پہنچ کر تمام فلسفیوں کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور وہ انسان کو بدبینی کی گہری وادی میں دھکیل دیتے ہیں۔ بدبینی کی اس وادی میں اخلاق، مذہب، میٹافزکس، اقدار، معاشرہ، کی کوئی حیثیت نہیں، اسی کو فلسفے کے اختتام سے تعبیر کیا جاتا ہے (The End of Philosophy)۔اس دور کے بعد اصلاً انسان کی تعریف کرنے کی ضرورت ہی نہیں اس کی کوئی ذاتی شناخت نہیں ہے اور نہ اس سے متعلق اشیا کی کوئی حیثیت ہے۔

ان تمام نظریات کو اگر خلاصے طور پر بیان کیا جائے تو یوں ہوگا کہ انسان، حیوان کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے جو سوچتا بھی ہے لیکن اس کی سوچنے اور پرکھنے کا دارومدار اس کی اپنی ہی ذات پر ہے۔ وہ ایک پیچیدہ ترین مادی جسم رکھتا ہے اس دنیا کے ماوراء کچھ بھی نہیں۔انسان فقط جسم مادی رکھتا ہے۔اس انسان کا ہدف، لذت، طاقت، قدرت اور دولت ہے، طاقتور انسان کو ہی جینے کا حق ہے۔ پس وہ دنیا کے تمام تر وسائل کو بروے کار لاتے ہوئے ترقی کرنا چاہتا ہے اور اس ترقی کے نتیجے میں اپنی ذات کے منفعت، لذت، قدرت کا خواہاں ہے۔

نتیجہ بحث: تعجب کی بات ہے کہ اسی انسان کے لیے ایسا نصاب تعلیم بنایا جائے گا تاکہ وہ ان اہداف کو حاصل کر سکے اور بس۔ جانے یا ان جانے میں ہم نے اپنی نسلوں کو ایک ایسی جنگ کے لیے تیار کر رہے ہیں جس کو ذاتی منفعت، لذت اور قدرت کی جنگ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ہم سب ایک لمحے کے لئے رکیں گے اور سوچیں گے کہ انسان کی کون سی تعریف کے مطابق موجودہ تعلیمی نظام بنایا گیا ہے؟ آیا موجودہ تعلیمی نظام انسان کی فلاح اور نجات کے ضامن ہیں؟ آیا انسان کی کامل اور جامع تعریف کے بغیر کوئی نظام کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے؟ آیا انسان کی مندرجہ بالا تعریفیں کامل ہیں؟ ان تعریفوں میں کیا نقص ہے؟ آیا انسان کی ایک ایسی تعریف کی جاسکتی ہے جو عقلی معیارات پر پورا اترتی ہے؟ اب کیا کرنا چاہیے؟ ہمارے خیال میں ہمیں ے اپنے بچوں اور نوجوانوں کی عقول کو مضبوط کرنا ہوگا۔آئی/پی/فار/ سی اسی ہدف کو لے کر میدان عمل میں وارد ہوئی ہے۔

آئی/پی/فار/سی کے نظریہ کی بنیاد پر تربیت شدہ انسان کے خدوخال

ہم پہلے ہی عقلی دلیلوں سے ثابت کرچکے ہیں کہ انسان اور حیوان میں اصلی فرق تعقل و تفکر ہے اور انسان کی مادی اور روحانی ترقی تعقل اور تفکر کے بغیر ممکن نہیں۔ یہاں ہم آپ کی خدمت میں اس انسان کے فکری خدوخال پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو آئی/پی/فار/سی کے نظریہ کی بنیاد پر تربیت شدہ ہوں۔ یہ خدوخال درواقع، ایک عقلمند انسان کی وہ خصوصیات کی وہ فہرست ہے جس کا زیادہ تر حصہ، حضرت امام موسیٰ کاظم (ع) کی ایک حدیث سے لیا گیا ہے۔ (xxvi)

1) دلیل کی اساس پر ایک بات کو قبول یا رد کرنا۔
2) دوسروں کے سہارے نہ چلنا، بلکہ مستقل طور پر ارادہ کرنا اور اس کو عملی جامعہ پہنانا۔
3) مختلف امور کے نتائج و عواقب کو دیکھنے کی توانائی کا حامل ہونا۔
4) عادات و تبلیغ کی تاثیر کو قبول نہ کرنا۔
5) خواہشات کو نظم دینے کی توانائی رکھنا۔
6) تسکین روح کا حامل ہونا۔
7) دوسروں کی آراء کی بابت انصاف کو ملحوظ خاطر رکھنا۔
8) سطحی نگری وظاہر بینی دوری سے اختیار کرنا۔
9) انفرادی مصلحت کے ساتھ ساتھ اجتماعی مصلحت کی طرف توجہ دینا۔
10) عظیم اہداف کی درجہ بندی۔
11) اپنی تشخیص کی اساس پر عمل کی قوت کا حامل ہونا۔
12) زندگی میں ترجیحات کی درجہ بندی اور اور وقت سے مطلوب فائدہ اٹھانے کی توانائی۔
13) حق کے تابع ہونا اور اس پر پائیدار رہنے کی طاقت۔
14) ایک موضوع پر مختلف جہات سے نگاہ ڈالنا۔
15) غلط قسم کی تبلیغ اور نشرواشاعت کا منطقی سامنا کرنا۔
16) حقیقت کی بابت غیرت و حمیت رکھنا۔
17) بہتر قواعد منطقی کو درک کرنا۔
18) دوراندیشی کی اساس پر فیصلے کرنا۔
19) سوچ سمجھ کر سوالوں کا جواب دینا۔
20) نافع و مفید اظہار نظر سب کے لیے۔
21) جب کسی چیلنج کا سامنا ہو تو مسائل کے حل کرنے کی توانائی کا حامل ہونا۔
22) خود نقادی کی طاقت رکھنا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح کی توانائی رکھنا۔
23) دوسروں کے ساتھ تعاون کی توانائی واجتماعی امور میں شرکت۔

(24) بحث و گفتگو میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی توانائی کا حامل ہونا۔

(25) دوستانہ اور تعمیری مقابلہ جات میں شرکت۔

(26) سوالات میں دقت۔

(27) تمرکز کی توانائی اور دوسروں کی بات کو توجہ سے سننا۔

(28) بہتر فہم کے لیے استدلالی بحث کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا۔

(29) فیصلہ کرتے وقت جذبات اور جلد بازی سے پرہیز۔

*****

حوالہ جات

i . Piaget's Theory of Cognitive and Affective Development: Foundation of constructivism, 5th edition by Barry J. Wadsworth.

ii۔ر،ک. حسین بن عبداللہ،ابن سینا؛ حسن حسن زادہ آملی؛ شرح الاشارات والتنبیہات نمط سوم، ص، ۳۴۷-۳۷۹؛

ر،ک. غلام رضا فیاضی، درآمدی بر معرفت شناختی،۸۷/ر،ک. محمد تقی، مصباح یزدی، آموزش فلسفہ ج۱ص۱۷۱۔

iii۔ر،ک: حسن حسن زادہ آملی، معرفت نفس، ص 3-5

iv۔جمیلہ، علم الہدی؛ نظریہ تعلیم وتربیت، ص ۲۲۶

v۔ قال الامام الصادق ع: اذا بلغ الغلام ثلاث سنین یقال لہ سبع مرات " لا الہ الا اللہ " ویترک، حتی یتم ثلاث سنین وسبعہ اشھر وعشرون یوما، فیقال لہ محمد رسول (ص) سبع مرات ویترک حتی یتم لہ اربع سنین۔ ثم یقال لہ سبع مرات: اللھم صلی علی محمد وآل محمد۔۔۔ وسایل الشیعہ، باب 82، ح 3، احکام اولاد/اس حدیث پاک کی شرح کے لیے، ر۔ک: محمود بستانی؛اسلام وروان شناسی. ص 72

vi۔حقائق اور واقعیات، کی دو اقسام ہیں: حقائق کی ایک قسم وہ وجودات اور موجودات ہیں جو جہان خارج میں پائے جاتے ہیں، مثلا؛ خدا، فرشتے، ستارے، کہکشان، زمین، درخت، حیوانات، انسان قوانین نور و، ان حقائق کو ہماری عقل نظری درک کرتی ہے۔

vii۔ قال الصادق ع: الذی تکلم بعض کلامک فیعرفہ کلہ: فذاک من عجنت نطفتہ بعقلہ، بحار الانوار، ج 1، ص 97، عقل و جھل

viii۔امام حسن ابن علی ع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ: اطعمو حبالاکم اللبان فان الصبی اذا غذی فی بطن امہ باللبان، اشتد عقلہ۔ وسائل الشیعہ، باب 34 حدیث 1، 2، احکام اولاد۔

ix۔ر.ک/النجاۃ/ابن سینا/محمد تقی دانش پژوہ/تہران/1364ش/ص 165

x۔ر،ک: استاد محمد تقی مصباح یزدی چکیدہ ای از اندیشہ ہای بنیادین اسلامی، ص، ۶۷/محمد رضا امین زادہ، عقل در نظام دین، خلاصہ مطلب ص، ۱۶،۲۷،۲۸

xi۔یثیر والھم دفائن العقول، نہج البلاغہ، خطبہ 1۔

xii۔المیزان، ج 8، ص 381

xiii۔اس حقیقت کو تفکر و تعقل کے ساتھ تلاوت اور تجرباتی بنیادوں پر اساتذہ کی ورکشاپ میں ثابت کیا جاسکتا ہے۔

xiv۔ محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، المحمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، الکافی: ۱/۱۲/۱۱؛ المحاسن: ۱/۳۰۸/۶۰۹. عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ۹۶۰۵. محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۱/۹۱/۲۲ ۷

xv۔ابی بکر احمد بن الحسین البیھقی, شعب الایمان: ۵/۳۸۸/۷۰۴۰، ابی شجاع شیرویہ بن شہردار الادیلمی الحمدانی، الفردوس: ۳/۱۵۵/۴۴۱۹؛ محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۷۷/۱۷۵

xvi۔ابی بکر احمد بن الحسین البیھقی, شعب الایمان: ۶/۱۶۱/۷۶۵۹ ابی محمد الحسن بین علی بن الحسین بی شعبہ الحرانی؛ تحف العقول: ۲۰۳. عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ح ۲۰۹۲

xvii۔ محمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، المحمد بن یعقوب بن اسحاق الکلینی، الکافی: ۸/۱۸۱/۲۰۳. ابی جعفر محمد بن الحسن الطوسی الامالی: ۱۴۷/۲۴۱؛ محمد بن باقر بن محمد تقی المجلسی, بحار الانوار: ۷۵/۱۰۸/۱۱؛ عبدالواحد آمدی؛ غرر الحکم: ۱۷۳۹

xviii۔ابی محمد الحسن بین علی بن الحسین بی شعبہ الحرانی, تحف العقول ح ۱۹۷

xix۔Homo homini lupus" انسان، انسان کے لیے بھیڑیا ہے: آرسیناریا کے ڈرامے کا مشہور ڈائیلاگ کہ جس کو تھامس ہابز نے اپنی کتاب citizen میں لکھا جو 1662 میں شائع کی گئی Wikipedia .

xx۔Darwinism

xxi۔بلکہ میں ہوں اس لیے تو سوچتا ہوں،

xxii۔Hume David, A Treatise of Human Nature , p.256

xxiii۔ When adecadent type of man ascended to the rand of type of man that is strong and sure of life : Standford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011 / Nietzsche's Moral and Political Philosophy First published Thu Aug 26, 2004; substantive revision Wed Oct 7, 2015

xxiv۔Standford Encyclopedia of philosophy 1edition 2011/freedom as the definition of man "Woman, man and he desire to be God"

xxv۔ .Sigmund SCholmo Fredu) ولادت سے لے زندگی کے آخری مرحلے تک انسان کی تمام تر نفسیاتی مشکلات کا حل اس کی جنسی خواہش کی تسکین میں چھپا ہوا ہے۔

xxvi۔ اصول کافی، ج1، ص20 تا 29۔